

عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ يَا يَهُا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخِذُوا  
أَبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أُولَئِكَ إِنَّ اسْتَحْبَطُوا الْكُفَّارَ عَلَى  
الْإِلَيْهِمْ ۝ وَمَنْ يَتَوَهَّمُ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝  
قُلْ إِنَّ كَانَ أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَ  
أَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالُ إِقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةُ  
تَخْشُونَ كَسَادَهَا وَمَسِكِنُ تَرْضُونَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنْ  
اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجَهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ  
بِأَمْرِهِ ۝ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَسِيقِينَ ۝ لَقَدْ نَصَرَكُمْ  
اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ لَا يَوْمَ حُنِينٌ لَا إِذَا عَجَبْتُمُ  
كَثُرَتُكُمْ فَلَمْ تَعْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ

دینے کو بہت کچھ ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنارفتیں نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جوان کو رفتیں بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔ اے نبی، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کار و بار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تریں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔ [۲۲] اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔

اللہ اس سے پہلے بہت سے موقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اس کی دست گیری کی شان تم دیکھے چکے ہو)۔ [۲۳] اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا، مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے

[۲۲] یعنی تمہیں ہٹا کر پچی دیداری کی نعمت اور اس کی علم برداری کا شرف اور شدید بہایت کی پیشوائی کا منصب کی اور گردہ کو عطا کر دے۔

[۲۳] جلوگ اس بات سے ڈرتے تھے کہ اعلان براءت کی خطرناک پالیسی پر عمل کرنے سے تمام عرب کے گوشے گوشے میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھے گی اور اس کا مقابلہ کرنا مشکل ہو گا، ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ ان اندیشوں سے کیوں ڈرے جاتے ہو، جو خدا اس سے بہت زیادہ سخت خطرات کے موقعوں پر تمہاری مدد کر چکا ہے وہاب بھی تمہاری مدد کو موجود ہے۔ اگر یہ کام تمہاری قوت پر مخصر ہوتا

يَهَا رَحْبَتْ شُمْ وَلَيْلُمْ مُدْبِرِينَ ۖ شُمَّا اُنْزَلَ اللَّهُ  
سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودَ الْمُ  
رَّوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكُفَّارِينَ ۖ  
شُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ  
غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۖ يَا يَا إِلَيْهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ  
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَاهِمْ هَذَا ۚ

باوجود تم پرنگ ہو گئی اور تم پیچھے پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکیت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور لشکر یعنی حق کو سزا دی کر دیں بلکہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں۔ پھر (تم یہ بھی دیکھے چکے ہو کہ) اس طرح سزاد یعنی کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے تو بے کی توفیق بھی بخش دیتا ہے، [۲۳] اللہ درگز کرنے والا اور حرم فرمانے والا ہے۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مشرکین ناپاک ہیں لہذا اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔ [۲۴]

تو مکہ ہی سے آگے نہ بڑھتا، ورنہ بدر میں تو ضرور ہی ختم ہو جاتا۔ مگر اس کی پشت پر تو اللہ کی طاقت ہے اور پچھلے تجویبات تم پر ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ ہی کی طاقت اب تک اس کو فروع دیتی رہی ہے۔ لہذا یقین رکھو کہ آج بھی وہی اسے فروع دے گا۔

غزوہ حنین جس کا بیہاں ذکر کیا گیا ہے شوال ۸ھ میں ان آیات کے نزول سے صرف بارہ تیرہ میسیہ پہلے ملک اور طائف کے درمیان وادی حنین میں پیش آیا تھا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی طرف سے ۱۲ ہزار فونج تھی جو اس سے پہلے کبھی کسی اسلامی غزوہ میں اکٹھی نہیں ہوئی تھی اور دوسری طرف کفاران سے بہت کم تھے۔ لیکن اس کے باوجود قبیلہ ہوازن کے تیز اندازوں نے ان کا منہ پھیر دیا اور لشکر اسلام بری طرح تتریز ہو کر پسپا ہوا۔ اس وقت صرف نبی ﷺ اور چند بھی بھرجان باز صحابہ تھے جن کے قدم اپنی جگہ مجھے رہے اور انہی کی ثابت قدمی کا نتیجہ تھا کہ دوبارہ فونج کی ترتیب قائم ہو سکی اور بالآخر فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ ورنہ فتح مکہ سے جو کچھ حاصل ہوا تھا اس سے بہت زیادہ حنین میں کھدوں پاڑتا۔

[۲۳] غزوہ حنین میں فتح حاصل کرنے کے بعد نبی ﷺ نے شکست خورده شہروں کے ساتھ جس فیاضی و کریم انسخی کا برتاؤ کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے بیشتر آدمی مسلمان ہو گئے۔ اس مثال سے مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود ہے کہ تم نے یہی کیوں سمجھ رکھا ہے کہ بس اب سارے مشرکین عرب تہس کردارے جائیں گے۔ نہیں، پہلے کے تجویبات کو دیکھتے ہوئے تو تم کو یہ موقع ہوئی چاہیے کہ جب نظام جاہلیت کے فروع و بقا کی کوئی امید ان لوگوں کو باقی نہ رہے گی اور وہ سہارے ختم ہو جائیں گے جن کی وجہ سے یا اب تک جاہلیت کو چھوئے ہیں تو خود بخود یہ اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لینے کے لیے آ جائیں گے۔

[۲۴] یعنی آنکہ کسی کے لیے ان کا حج اور ان کی زیارت ہی بنڈنیں بلکہ مسجد حرام کے حدود میں ان کا داخلہ بھی بند ہے تاکہ شرک و جاہلیت کے اعادہ کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ ”ناپاک“ ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ بذات خود ناپاک ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ

وَإِنْ حِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُعْنِيْكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ  
إِنْ شَاءَ طَإِنَّ اللَّهَ عَلِيْمٌ حَكِيمٌ ۝ قَاتَلُوا الَّذِينَ لَا  
يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيُومِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا  
حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِيْنُونَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ  
الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجُزِيَّةَ عَنْ يَدِيْ

اور اگر تمہیں تگ دتی کا خوف ہے تو بعد نہیں کہ اللہ چاہے تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے، اللہ علیم و حکیم ہے۔ جنگ کرو اہل کتاب میں سے اُن لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں لاتے [۲۶] اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے [۲۷] اور دین حق کو اپنادیں نہیں بناتے۔ (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں ہیں [۲۸]

ان کے اعتقادات، ان کے اخلاق، ان کے اعمال اور ان کے جاہل ان طریق زندگی ناپاک ہیں اور اسی نجاست کی بنا پر حدود حرم میں ان کا داخلہ بند کیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفؓ کے نزدیک اس سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ حج اور عمرہ اور مرام جاہلیت ادا کرنے کے لیے حدود حرم میں نہیں جاسکتے۔ امام شافعیؓ کے نزدیک اس حکم کا مفہا م یہ ہے کہ وہ مسجد حرام میں جاہی نہیں سکتے۔ اور امام مالکؓ یہ رائے رکھتے ہیں کہ صرف مسجد حرام ہی نہیں بلکہ کسی مسجد میں بھی ان کا داخل ہونا درست نہیں۔ لیکن یہ آخری رائے درست نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ نے خود مسجد بنوی میں اُن لوگوں کو آنے کی اجازت دی تھی۔

[۲۶] اگرچہ اہل کتاب خدا اور آخرت پر ایمان رکھنے کے مدعا ہیں لیکن فی الواقع نہ وہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت پر۔ خدا پر ایمان رکھنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدمی بس اس بات کو مان لے کر خدا ہے، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی خدا کو اللہ واحد اور رب واحد تشییم کرے اور اس کی ذات، اس کی صفات، اس کے حقوق اور اس کے اختیارات میں نہ خود شریک بنے نہ کسی کوششیک ٹھیڑے۔ لیکن نصاریٰ اور یہود و نووں اس حرم کا رنگا کارہ کرتے ہیں، جیسا کہ بعد اعلیٰ آیات میں بتصریح بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے ان کا خدا کو مانا ہے ممکن ہے اور اسے ہرگز ایمان باللہ نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح آخرت کو ماننے کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ آدمی یہ بات مان لے کہ تم مرنے کے بعد پھر اخھائے جائیں گے، بلکہ اس کے ماتھ یہ مانا بھی ضروری ہے کہ وہاں کوئی سُمیٰ سفارش، کوئی فدیہ، اور کسی بزرگ سے منصب ہونا کامنہ آئے گا اور نہ کوئی کسی کا کفارہ، بن سکے گا، خدا کی عدالت میں بے لال انصاف ہو گا اور آدمی کے ایمان و عمل کے سوا کسی چیز کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اس عقیدے کے بغیر آخرت کو ماننا لا حاصل ہے۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اسی پہلو سے اپنے عقیدے کو خراب کر لیا ہے۔ لہذا ان کا ایمان بالآخرت بھی مسلم نہیں ہے۔

[۲۷] یعنی اس شریعت کو اپنا قانون زندگی نہیں بناتے جو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعہ سے نازل کی ہے۔

[۲۸] یعنی لا ای کی غایت نہیں ہے کہ وہ ایمان لے آئیں اور دین حق کے پیروں بن جائیں، بلکہ اس کی غایت یہ ہے کہ ان کی خود مختاری و بالادستی ختم ہو جائے۔ وہ زمین میں حاکم اور صاحب امر بن کرنا رہیں بلکہ زمین کے نظام زندگی کی باگیں اور فرماس روائی و امامت

**فَوَهْمٌ صِغَرُونَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عَزِيزٌ لِابْنِ اللَّهِ  
وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ**

یہودی کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے [۲۹] اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی

کے اختیارات قبیل دین حق کے ہاتھوں میں ہوں اور وہ ان کے ماتحت تابع و مطیع بن کر ہیں۔

جزیہ بدل ہے اُس امان اور اس حفاظت کا جو ذمیوں کو اسلامی حکومت میں عطا کی جائے گی۔ نیز وہ علامت ہے اس امر کی کہ یہ لوگ تابع امر بننے پر راضی ہیں۔ ”باتھ سے جزیہ دیئے“ کا مفہوم سیدھی طرح مطیعانہ شان کے ساتھ جزیہ ادا کرنا ہے۔ اور چھوٹے بن کر رہنے کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں بڑے وہ نہ ہوں بلکہ وہ اہل ایمان بڑے ہوں جو خلافت الہی کا فرض انجام دے رہے ہوں۔

ابتداءً یہ حکم یہود و نصاریٰ کے متعلق دیا گیا تھا، لیکن آگے چل کر خود نبی ﷺ نے مجوس سے جزیہ کے کافر نبیٰ بنیا اور اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق یہرون عرب کی تمام قوموں پر اس حکم کو عام کر دیا۔

یہ جزیہ وہ چیز ہے جس کے لیے بڑی بڑی معدور تیں انہیوں صدی عیسوی کے دور مدت میں مسلمانوں کی طرف سے پیش کی گئی ہیں اور اس دور کی یادگار پکیو لوگ اب بھی موجود ہیں جو صفائی دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن خدا کا دین اس سے بہت بالا درتہ ہے کہ اسے خدا کے باغیوں کے سامنے معدور تیش کرنے کی کوئی حاجت ہو۔ سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے دین کو اختیار نہیں کرتے اور اپنی یاد و سروں کی نکالی ہوئی غلط را ہوں پر چلتے ہیں وہ حد سے حد اس اتنی ہی آزادی کے سخت ہیں کہ خود غلطی کرنا چاہتے ہیں کریں، لیکن انہیں اس کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے کہ خدا کی زمین پر کسی جگہ بھی اقتداء را فرماں روانی کی باگیں ان کے ہاتھوں میں ہوں اور وہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کا نظام اپنی گمراہیوں کے مطابق قائم کریں اور چلا کیں۔ یہ چیز جہاں کہیں ان کو حاصل ہوگی، فساد و نما ہو گا اور اہل ایمان کا فرض ہو گا کہ ان کو اس سے بے خل کرنے اور انہیں نظام صالح کا مطیع بنانے کی کوشش کریں۔ اب رہایہ سوال کہ یہ جزیہ آخر کس چیز کی قیمت ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس آزادی کی قیمت ہے جو انھیں اسلامی اقتدار کے تحت اپنی گمراہیوں پر قائم رہنے کے لیے دی جاتی ہے، اور اس قیمت کو اس صالح نظام حکومت کے لفظ و نقش پر صرف ہونا چاہیے جو انھیں اس آزادی کے استعمال کی اجازت دیتا ہے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جزیہ ادا کرتے وقت ہر سال ذمیوں میں یا احسان تازہ ہوتا رہے گا کہ خدا کی راہ میں زکوٰۃ دینے کے شرف سے محرومی اور اس کے بجائے گمراہیوں پر قائم رہنے کی قیمت ادا کرنا کتنی بڑی بدقتی ہے جس میں وہ بتاتا ہیں۔

[۲۹] عزیز سے مراد عزر (Ezra) ہیں جن کو یہودی اپنے دین کا مجدد مانتے ہیں۔ ان کا زمانہ ۲۵۰ قبل مسیح کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے۔ اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت سليمان علیہ السلام کے بعد جو دور انتہاء تھی اسرائیل پر آیا اس میں نہ صرف یہ کہ قوراۃ دنیا سے گم ہو گئی تھی بلکہ بابل کی اسیری نے اسرائیلی نسلوں کو اپنی شریعت، اپنی روایات اور اپنی قومی زبان، عبرانی تک سے نا آشنا کر دیا تھا۔ آخرا کارا جبی عزیز یا عزر ازانے بالجملہ کے پرانے عہد نامے کو پھر سے مرتب کیا، اور شریعت کی تجدید کی۔ اسی وجہ سے تین اسرائیلی ان کی تعظیم کرتے ہیں اور یہ تعلیم اس حد تک بڑھ گئی کہ بعض یہودی گروہوں نے ان کو ابن اللہ تک بنادیا۔ یہاں قرآن مجید کے ارشاد کا مقصود یہ نہیں ہے کہ تمام یہودیوں نے بالاتفاق عزر کا ہن کو خدا کا بیٹا بنایا ہے بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ خدا کے متعلق یہودیوں کے اعتقادات میں جو خرابی رہنا ہوئی وہ اس حد تک ترقی کر گئی کہ عزر اگو خدا کا بیٹا قرار دینے والے بھی ان میں پیدا ہوئے۔

يَا فُوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ  
 قَاتَلُهُمُ اللَّهُ نَّا أَنِّي يُؤْفِكُونَ إِنَّهُمْ وَآخْبَارَهُمْ  
 وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ  
 مَرْيَمَ وَمَا أُمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَآحِدًا  
 لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ طَسْبُحَنَةٌ عَمَّا يُشْرِكُونَ  
 يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى  
 اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتَمَّمَ نُورُهُ وَتُوَكِّرَ الْكُفَّارُونَ هُوَ

زبانوں سے نکالنے ہیں ان لوگوں کی دیکھادیکھی جوان سے پہلے کفر میں بنتا ہوئے تھے۔<sup>[۲]</sup> خدا کی مار ان پر یہ کہاں سے دھوکہ کھار ہے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنارب بنا لیا ہے۔<sup>[۳]</sup> اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بچھا دیں۔ مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کیے بغیر مانے والانہیں ہے خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے

[۳۰] یعنی مصر، یونان، روم، ایران اور دوسرے ممالک میں جو قویں پہلے گمراہ ہو یعنی تھیں ان کے فلاسفوں اور ادبام و تخلیقات سے متاثر ہو کر ان لوگوں نے بھی دیسی ہمایاں عقیدے ایجاد کر لیے۔

[۳۱] حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدنی بن حاتم، جو پہلے عیسائی تھے، جب نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے تمہلہ اور سوالات کے ایک یہ سوال بھی کیا تھا کہ اس آیت میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنا لینے کا جواز امام عائد کیا گیا ہے اس کی اصلاحیت کیا ہے۔ جواب میں حضور نے فرمایا کیا یہ واقع نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں اسے حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہم کرتے رہے ہیں۔ فرمایا بس یہی ان کو خدا بنا لینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لیے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعم خود مبتکن ہوتے ہیں اور جوان کے اس حق شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انھیں خدا بنا تے ہیں۔

یہ دونوں الزام، یعنی کسی کو خدا کا بینا قرار دینا، اور کسی کو شریعت سازی کا حق دے دینا، اس بات کے ثبوت میں پیش کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ ایمان باللہ کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ خدا کی ہستی کو چاہتے ہیں مانتے ہوں مگر ان کا تصور خدائی اس قدر غلط ہے کہ اس کی وجہ سے ان کا خدا کو مانانے کے برابر ہو گیا ہے۔

الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ إِلَيْهِمْ وَدِينُ الْحَقِّ يُظْهِرَهُ  
عَلَى الَّذِينَ كُلُّهُمْ لَا وَلُوْكَرَهُ الْمُشْرِكُونَ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
أَمْنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ  
أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ  
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الْدَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْقُضُونَهَا  
فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا فَيَشَرُّهُمْ بَعْدَ أَبْلَيْهِمْ ۖ ۗ يَوْمَ يُحْمَى  
عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتَكُوئِي بِهَا چِبَاهُهُمْ وَجِنْوُبُهُمْ

اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کر دے۔ [۳۲] خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ان اہل کتاب کے اکثر علماء اور درودیشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انھیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ [۳۳] دردناک سزا کی خوش خبری دوان کو جو سونے اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں

[۳۲] متن میں ”الدین“ کا الفاظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ ہم نے ”جنس دین“ کیا ہے۔ دین کا الفاظ، جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کرچکے ہیں، عربی زبان میں اس نظام زندگی کا طریقہ زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے قائم کرنے والے کو سند اور مطاع تسلیم کر کے اس کا اتباع کیا جائے۔ پس بعثت رسول کی غرض اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ جس ہدایت اور دین حق کو وہ خدا کی طرف سے لایا ہے اسے دین کی نوعیت رکھنے والے تمام طریقوں اور نظاموں پر غالب کر دے۔ دوسرے الفاظ میں رسول کی بعثت کبھی اس غرض کے لیے نہیں ہوئی کہ جو نظام زندگی لے کر وہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظام زندگی کا تابع اور اس سے مغلوب ہیں کہ اور اس کی دوی ہوئی رعایتوں اور گنجائیوں میں سست کر رہے ہیں۔ بلکہ وہ بادشاہ ارض و سما کا نمائندہ ہیں کہ آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظام حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا نظام زندگی دنیا میں رہے بھی تو اسے خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائیوں میں سست کر رہنا چاہیے جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظام زندگی رہتا ہے۔

[۳۳] یعنی ظالم صرف یہی تم نہیں کرتے کہ فتوے بیچتے ہیں، رشوتیں کھاتے ہیں، مذرا نے لوٹتے ہیں، ایسے ایسے مذہبی ضابطے اور مرام اسم ایجاد کرتے ہیں جن سے لوگ اپنی نجات ان سے خریدیں اور ان کا مرنا جینا اور شادی و غم کچھ بھی ان کو کھلانے بغیر نہ ہو سکے، اور وہ اپنی قسمتیں بنانے اور بگاڑنے کا تھیک دار ان کو سمجھ لیں۔ بلکہ مزید بر اس اپنی انہی اغراض کی خاطر یہ حضرات خلق خدا کو گراہیوں کے چکر میں پھنسائے رکھتے ہیں اور جب کبھی کوئی دعوت حق اصلاح کے لیے آتھتی ہے تو سب سے پہلے یہی اپنی عالمانہ فریب کاریوں اور مکاریوں کے حربے لے لے کر اس کا راستہ روکنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔